عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں بلکہ ان کا مثیل ہیں اور وہ مرزا قادیانی کے شکل میں آچکے ہیں۔ العیاذ باللہ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یہاں تک دعویٰ کیا کہ رسول پاک ﷺ کی دو بعثت ہوئی تھی، بعثت اول مکہ شریف میں ہوئی اور بعثت ثانی قادیان میں مرزا قادیانی کے شکل میں ہوئی ہے اسی وجہ سے اپنے اصحاب کو اصحاب رسول اللہ کا درجہ دیتا ہے اور اپنی بیبیوں کو امہات المومنین کہلواتا ہے۔

جہاں تک مرزا قادیانی کے کردار کا سوال ہے تو اس کی زندگی کا منصفانہ مطالعہ کرنے کے بعد نبی ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ تو رہنے دیا جائے اسے کوئی منصف قاری سچا اور شریف انسان بھی نہیں کہہ سکتا ہے۔

اس فتنہ کے بڑھتے اثرات کو دیکھتے ہوئے علمائے اسلام اور دانشوران قوم وملت کے لیے ضروری ہوگیا ہے کہ اس کی سرکوبی اور اس کے بڑھتے اثرات کو روکنے کے لیے پوری قوت کے ساتھ منظم ہوکر میدان میں اتریں۔ ماضی کے علمائے کرام نے اس فتنے کی سرکوبی کے لیے جو قیمتی سرمایہ چھوڑا ہے اسے وقت کے تقاضے کے مطابق نئے اسلوب میں مثبت طریقے سے پیش کریں اور اپنی نئی نسلوں کو ختم نبوت جیسے اسلام کے بنیادی عقیدہ سے واقف کرا کے انہیں کفر وضلالت کے دلدل میں پھنسنے سے بچائیں۔ ☆☆☆☆

فتنۂ قادیانیت—ایک مطالعہ

از: **مولانا محمد عابد چشتی**، استاذ دار العلوم صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا

انسانوں کی رشد وہدایت اور انہیں اپنے مالک حقیقی کا عرفان بخشنے کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نبوت ورسالت کا جو مبارک سلسلہ جاری ہوا اس کی تکمیل پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ کی ہمہ گیر نبوت و رسالت پر ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کے ان مسلمہ عقیدوں میں سے ایک ہے جو قرآن وحدیث کی مضبوط اور غیر متزلزل بنیادوں پر استوار ہیں ،اسی لیے تاریخ میں کبھی بھی مسلمانوں نے اس عقیدے کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتا برداشت نہیں کیا ہے۔ مگر جہاں یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے وہیں تاریخ کے مختلف منظر ناموں پر ایسے افراد بھی ہمیں دیکھنے کو مل جاتے ہیں جنہوں نے سستی شہرت، عیش وعشرت بھری زندگی اور مال و دولت کے لالچ میں کبھی خود اور کبھی غیروں کے اشارۂ ابرو پر نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہونے کی کوشش کی اور "مؤول نبی" بن کر ہزاروں سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر انہیں گمراہیت کے قعر عمیق میں لے جا کر ڈھکیل دیا۔ نبوت ورسالت اور الہام ووحی کے دعووں کا یہ سلسلہ کوئی بہت بعد کا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ کی ابتدائی کڑیاں عہد نبوی میں ہی مل جاتی ہیں اور جو کسی نہ کسی صورت میں آج تک جاری ہیں۔

یہاں پہنچ کر ایک سوال ذہن کی سطح پر ابھرتا ہے کہ کیا جھوٹے نبیوں کے ظہور کو کسی حادثاتی پس منظر میں دیکھا جائے یا پھر قرآن و حدیث میں ان واقعات کی طرف رہنمائی اور اشارے بھی موجود ہیں ؟اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں سے جھوٹے نبیوں کا ظاہر ہونا کبھی بھی مسلمانوں کے لیے کوئی امر غیر متوقع نہیں رہا ہے کہ جو انہیں ورطۂ حیرت میں ڈال دے اس لیے کہ اسلامی علوم کا ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی پیغمبر صادق ﷺ کی غیبی نگاہیں مستقبل سے پردے اٹھا کر یہ آگاہ کر چکی تھیں کہ:

انہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبین لا نبی بعدی (ابو داؤد)

ترجمہ: میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے جو خود کو نبی بتائیں گے جب کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اور نہ صرف مردوں میں ظاہر ہونے والے جھوٹے مدعیان نبوت بلکہ احادیث پاک میں ان عورتوں کی بھی نشاندہی ملتی ہے جو نبوت کا دعویٰ کریں گی، چناں چہ امام احمد حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فی امتی کذابون و دجالون سبعة و عشرون منھم اربع نسوة و انی خاتم النبین لا نبی بعدی. (الحدیث)

ترجمہ: میری امت میں ستائیس کذاب اور دجال ہوں گے (جو نبوت کا دعویٰ کریں گے) جن میں چار عورتیں ہوں گی، بیشک میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

اسی لیے جب بھی کوئی عقل کا مارا بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو ایک مسلمان کو افسوس تو ہو سکتا ہے مگر اسے تعجب

نہیں ہوتا ہے اور نہ ہونا چاہیے بلکہ یہ چیز ایک مومن کے ایمان و عقیدے کی پختگی اور اس کے مزید استحکام اور اطمینان قلب کا باعث ہو جاتی ہے جب وہ اپنے سچے رسول کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی پیشین گوئی کو حرف بحرف ظہور پزیر ہوتے دیکھتا ہے۔

تاریخ کے مختلف مراحل میں جن لوگوں نے اپنے اغراض کی دوکانیں چمکانے کے لیے جھوٹی نبوت کا سہارا لیا اور پھر اپنی کوششوں اور پرفریب چالوں سے اچھی خاصی آبادی کو متاثر کرنے میں کامیاب ہوئے ان میں بعض درج ذیل ہیں :

مسیلمہ کذاب: مسیلمہ کذاب جھوٹے مدعیان نبوت کی صف میں سرفہرست ہے، اس شخص نے عہد رسالت کے آخری ایام ہی میں خود کے نبی ہونے کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا اور اپنے پیروکار اور گمراہ متبعین کی تعداد اور ان کا جوش وولولہ دیکھ کر اس کے اندر اس قدر جرأت پیدا ہو گئی کہ اس نے ایک خط پیغمبر اسلام کی بارگاہ میں روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ وہ نبوت میں پیغمبر اسلام کا شریک ہے اور یہ کہ وہ نصف زمین کا مالک ہے۔ اس کے جواب میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جو خط روانہ فرمایا اس میں اس بدبخت کو "مسیلمہ کذاب" کہہ کر خطاب فرمایا اور پھر اسی نام سے تاریخ نے اس کے ذکر کو ہمیشہ کے لیے اپنے سینے میں محفوظ کر لیا۔ اسلام کی مشہور جنگ "یمامہ" مسیلمہ کذاب ہی کے خلاف لڑی گئی تھی جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید فرما رہے تھے، اس جنگ میں مسیلمہ کذاب حضرت وحشی بن حرب کے ہاتھوں قتل ہو کر واصل جہنم ہوا اور صحابہ کرام کی انتھک کوششوں کے بعد اس فتنے کا زور ٹوٹا۔

اسود عنسی: آخری ایام میں جب نبی کریم ﷺ کی علالت کی خبر عام ہوئی تو کچھ لوگوں کے اندر نبی بننے کی خواہش انگڑائی لینے لگی اسی درمیان قبیلۂ مذحج کے ایک شخص "اسود عنسی" نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی نبوت کا اعلان بھی کر دیا۔ چوں کہ یہ شخص کاہن اور شعبدہ باز بھی تھا اس لیے بڑی تعداد میں لوگ اس کے جال میں پھنستے گئے اور یمن کا بڑا علاقہ اس نے اپنے ماتحت کر لیا۔ حسن اتفاق یہ کہ خود اسود عنسی کی بیوی اس سے زبردست نفرت کرتی تھی، جب مسلمانوں نے اسود عنسی کے خلاف مورچہ لیا تو اس کی بیوی کی خفیہ تدبیر ہی سے مسلمان اسود عنسی کو جہنم رسید کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جنگ ہوئی جس میں اس کے حامی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح گمراہیت کا یہ سیلاب تھم گیا اور ملک یمن پھر مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا۔

مختار بن ابو عبید الثقفی: اموی دور حکومت میں یزید کی ظالمانہ کارروائیوں سے کون واقف نہیں ہے جس نے اپنی حکومت کی خاطر اپنے ہی نبی کے نواسوں تک کو شہید کروا دیا، مگر ظالموں کا عروج و زوال تاریخ کی مسلم حقیقتوں میں سے ہے اور جب یزیدیوں کا زوال شروع ہوا تو ان پر خدا کی زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ پڑ گئی اور مختار بن ابو عبید ثقفی نام کا شخص ان کے لیے تازیانۂ قدرت بن کر نمودار ہوا جس نے چن چن کر قاتلان امام پاک کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ مختار ثقفی نے اپنی قوت کو اہل بیت سے محبت کے نام پر ہی منظم کیا تھا اور خود کو اہل بیت کا خادم کہتا تھا، قاتلان حسین سے بدلہ لینے میں پیش پیش تھا مگر بعد میں پتہ نہیں اس کے سر میں کیا سودا سمایا کہ خود کے نبی ہونے اور اپنے پاس نزول جبرئیل کا دعویٰ کر بیٹھا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔

مختار ثقفی نے جس عزت و شہرت اور ناموری کے خاطر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اگر وہ یہ سوانگ نہ رچاتا تو اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آج وہ عالم اسلام کا ہیرو ہوتا اور اہل بیت سے محبت کرنے والوں کے دلوں میں اس کے تئیں عزت و احترام کے جذبات موجزن ہوتے اور قیامت تک اس کا نام احترام سے لیا جاتا۔ ولٰکن الامور تجری علیٰ خلاف ما یقدرہ الناس .

سجاح بنت حارث: پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی کے مطابق کہ "جھوٹے نبیوں کی فہرست میں چار عورتیں بھی شامل ہوں گی" بنو تمیم سے تعلق رکھنے والی ایک نصرانی عورت سجاح بنت حارث نے سب سے پہلے "نسوانی نبوت" کا دروازہ کھولتے ہوئے خود کے نبیہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی سوجھ بوجھ، خوبصورتی اور دور اندیشی سے اپنے ہمنواؤں اور "نوجوان امیتوں" کی ایک جماعت بھی تیار کر لی۔ چوں کہ اسی دور میں مسیلمہ کذاب کی نبوت بھی ابتدائی مراحل سے گذر رہی تھی لہٰذا سجاح اور مسیلمہ دونوں مل کر کاروبار نبوت چلانے کے لیے رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئے اور آپس میں علاقوں کی تقسیم کا خاکہ بھی تیار کر لیا، مگر جب مسیلمہ کذاب مارا گیا تو حالات کا رخ ایک دم بدل گیا، اپنے "نبی شوہر" کا حال دیکھ کر سجاح کے سر سے نبوت کا خمار اتر گیا اور اس نے منصب نبوت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام قبول کر لیا۔

ان کے علاوہ اور بھی نام ایسے ہیں جنہوں نے نبوت کا

دعویٰ کر کے لوگوں کو گمراہ کیا، عقیدۂ ختم نبوت کو زک پہنچانے کی کوشش کی اور ہزاروں متبعین کے ساتھ کیفر کردار کو پہنچے۔

مسئلہ ختم نبوت ہندوستانی پس منظر میں

ختم نبوت کے مسئلہ کو جب ہم ہندوستان کے مذہبی اور ملی حالات کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں عقیدۂ ختم نبوت کو فکری اور عملی دونوں سطح پر چیلنج کیا گیا۔ یعنی ایک طرف تو "خاتم النبیین" کا وہ معنیٰ جسے عہد رسالت سے لے کر آج تک امت مسلمہ متفقہ طور پر مراد لیتی چلی آرہی ہے اس معنیٰ میں فلسفیانہ اور منطقیانہ موشگافیوں سے اس طرح کا تصرف کرنے کی کوشش کی گئی جس سے بلاواسطہ عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب پڑتی ہے۔ اور دوسری طرف مختلف تاویلات کے چولے اوڑھ کر کچھ لوگوں کی طرف سے خود کے نبی اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ بھی کیا گیا اور عملی سطح پر اس عقیدے کی بنیادوں میں درار ڈالنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

فکری اور نظریاتی سطح پر عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف جس نے سب سے پہلے قلم اٹھایا وہ علمائے دیوبند کے معتمد اور ان کے روحانی پیشوا مولانا قاسم نانوتوی ہیں۔ مولانا قاسم نانوتوی نے "تحذیر الناس" نام کا ایک چھوٹا سا رسالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ "خاتم النبیین" ہونے کا معنیٰ "آخری نبی" بتانا عوام اور جاہلوں کا خیال ہے جس میں کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس مولانا قاسم نانوتوی خاتم النبیین کے ایسے معنیٰ بیان کرتے ہیں جس کے تناظر میں پیغمبر اسلام کے بعد بھی نبی کے آنے کا راستہ بالکل صاف ہوجاتا ہے، چناں چہ خاتم النبیین کے خود ساختہ معنیٰ کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھتے ہیں :

" بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

اس موقف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا"

یہاں ضمناً ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج پوری دیوبندی لابی اور وہابی مکتب فکر کے ترجمان زور وشور کے ساتھ عقیدۂ ختم النبوت کے تحفظ میں سرگرم اور پیش پیش نظر آرہے ہیں اور آئے دن "تحفظ ختم نبوت کانفرنس" منعقد کی جارہی ہیں جس کے ذریعہ عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نہ صرف یہ کہ ہم ختم نبوت کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ اس عقیدے کے تحفظ کے لیے ہم ہر طرح سے کوشاں ہیں۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں کہ روحانی پیشوا اور علما نے سب سے پہلے ہندوستان میں عقیدۂ ختم النبوت میں تاویلات کا دروازہ کھول کر جھوٹوں کے نبی بننے کا راستہ ہموار کیا۔ مگر علمائے دیوبند اپنے اکابرین کی اس غلطی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی حق بیانی کی جرأت جٹا پا رہے ہیں۔ علمائے دیوبند کی اسی منافقانہ روش اور دورخی پالیسی نے امت کو گمراہیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

خیر جس وقت مولانا قاسم نانوتوی نظریاتی سطح پر عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف گل افشانیاں کر رہے تھے اسی وقت قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی "ظلی" اور "بروزی" کے مراحل سے گذر مستقل نبی بننے کی تیاریوں میں مصروف تھے اور مولانا قاسم نانوتوی کے عقیدے کو "سراپا تصدیق" فراہم کر رہے تھے۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے منصب نبوت پر فائز ہونے کے سفر اور اس کے مختلف مراحل پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے جس کے تناظر میں فتنۂ قادیانیت کی تاریخی حقیقت، اس کی سنگینی اور ایمان و عقیدے کے تعلق سے اس کے خطرناک نتائج کو اچھی طرح سمجھا جاسکے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا قاسم نانوتوی: مرزا غلام احمد قادیانی مولانا قاسم نانوتوی کی طرح برملا اس بات کا اقرار کیا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد دوسرے نبی کا آنا ممکن ہے اور اس عقیدے کو جس شد ومد کے ساتھ مرزا صاحب پیش کیا کرتے تھے اس کا اندازہ موصوف کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے:

" اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، کذاب ہے، آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں "۔ (۱)

مولانا قاسم نانوتوی نے تو حفظ ما تقدم کے طور پر " بالفرض " کی قید لگا کر نبی کی آمد کا صرف جواز بیان کیا تھا مگر مرزا صاحب اس سلسلہ میں اس قدر پرجوش ثابت ہوئے کہ انہوں نے " بالفرض " کے بجائے ایک اور دو نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری پر ہزاروں نبیوں کی آمد کو ہری جھنڈی دکھادی، لکھتے ہیں :

"انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خدا کے خزانے ختم ہوگئے، ان کا یہ سمجھنا خدائے تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ ایک نبی

کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے "۔[۲]

بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک جس دین میں نبوت کا سلسلہ بر قرار نہ ہو وہ دین مردہ اور ہفوات ولا یعنی ہے، لکھتے ہیں:

" ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا، اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے"۔[۳]

یہاں اس سوال کا اٹھنا فطری تھا کہ اگر پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے تو پھر قرآن کریم میں جو لفظ "خاتم النبیین" آیا ہے اور احادیث کی تصریح کے مطابق جس کا معنیٰ چودہ سو سال سے بالاتفاق " آخری نبی" بیان کیا جا رہا ہے اس کا مطلب پھر کیا ہوگا؟۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کے امکان کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بہت اچھی طرح سے جانتے تھے کہ اس عقیدے کو ظاہر کرتے ہی مذہبی حلقوں سے مندرجہ بالا سوال کا اٹھنا لازمی ہے، اس لیے لفظ "خاتم النبیین" کا وہ مطلب متعین کرنا ضروری تھا جس کے ذریعہ اس لفظ کو بر قرار رکھتے ہوئے بھی سلسلۂ نبوت کا امکان بر قرار رہے۔ مولانا قاسم نانوتوی کی فکر رسا نے تاریخ کا یہی "قابل فخر کارنامہ" انجام دیا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب "آخری نبی" سمجھنا تو عوام اور جاہلوں کی فہم کا نتیجہ قرار دیا اور خود اس کا یہ مطلب بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت "بالذات" ہے اور دیگر انبیا کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے اس لیے "بالعرض" ہے اور اس معنیٰ کی رو سے بحیثیت زمانہ آخری نبی ہونا ضروری نہیں رہ جاتا ہے بلکہ آپ کے بعد چاہے جتنے نبی آجائیں ختم نبوت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو چوں کہ ایک قدم آگے بڑھ کر منصب نبوت سنبھالنا تھا اور اسے بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے خلاف بھی مذکورہ سوال اٹھایا جائے گا مگر مرزا صاحب کی قسمت کے ان کے اس مسئلہ کا حل مولانا قاسم نانوتوی بہت پہلے نکال چکے تھے اس لیے مرزا صاحب کو اس مرحلہ میں بہت زیادہ دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور انہوں نے وہی "بالذات" اور "بالعرض" والی منطقی بحث کو چند الفاظ اور تعبیر کی الٹ پھیر کے ساتھ پیش کر دیا جسے ہم دو لفظوں میں "قادیانی قالب" میں "دیوبندی سوچ" کہہ سکتے ہیں، لکھتے ہیں:

" ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر "ختم" کے معنیٰ جو "احسان" کا سواد اعظم سمجھتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا، بلکہ یہ ہیں کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کریں گے کیوں کہ آپ نبیوں کے مصدق ہیں ۔۔۔۔۔ انہی معنوں میں ہم رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں "۔[۴]

مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی فرد پر ختم نبوت کے یہی معنیٰ ہیں کہ کمالات نبوت اس پر ختم ہیں اور نبی کے بڑے کمالات میں سے نبی کا فیض پہنچانے میں کامل ہونا ہے اور جب تک امت میں اس کا نمونہ نہ پایا جائے، ثابت نہیں ہو سکتا"۔[۵]

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں رہ جاتا ہے کہ ختم نبوت کے تعلق سے مرزا صاحب کا وہی عقیدہ تھا جو تحذیر الناس کے ذریعہ مولانا قاسم نانوتوی نے پیش کیا تھا بس فرق صرف اتنا رہا کہ مرزا صاحب مزید جرأت سے کام لیتے ہوئے ختم نبوت کے خود ساختہ نظریہ کو اعتقادی مراحل سے گذار کر تجرباتی سطح پر کھینچ کر لے آئے اور پس پردہ طاقتوں کے بل پر اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔

مرزا صاحب کا سفر نبوت: مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی بننے کا سفر بھی دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کو اس بات کا علم تو بخوبی حاصل تھا کہ مسئلہ ختم نبوت اپنے متعین معنوی دائرے اور مفہوم کے ساتھ امت کا اجماعی موقف ہے جسے پہلے ہی مرحلے میں چیلنج کرنا ان کے لیے دشوار اور عام لوگوں میں ان کے خلاف غم وغصہ کے جذبات بھڑکانے کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے مرزا صاحب نے منصب نبوت تک پہنچنے کے لیے مذہب و روحانیت کے دیگر مراحل سے گذرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اتنا اضافہ اور عقیدت کیشوں کی اتنی بھیڑ اپنے گرد جمع کر لیں جو دعوائے نبوت کے وقت ان کی جان و مال کے تحفظ کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ اسی لیے ابتدائی زمانہ میں مرزا صاحب تو یہی باور کراتے رہے کہ:

"میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"۔[۶]

مگر پھر دھیرے دھیرے روحانی مناصب کی طرف ان کے قدم بڑھنے لگے اور اول اول مرزاصاحب نے خود کو "مجدد" اور "ولی" ہونے کا سوانگ رچا اور اس بات کی خوب تشہیر کرائی گئی کہ خداے تعالیٰ نے اپنے دین کی تجدید کے لیے مرزاصاحب کو بحیثیت ایک مجدد اور ولی کے چن لیا ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ ولایت کے ساتھ "الہام"، "غیبی اشارے" اور "کشف" کا ثبوت تو خود بہ خود ہو ہی جاتا ہے بس یہیں سے مرزاصاحب نے دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اصطلاحوں کی تعبیر اس انداز سے شروع کر دی جس سے بالواسطہ ان کی نبوت کی طرف خفیف سے اشارے ہونے لگے جس پر مذہبی حلقوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور عوام میں مرزاصاحب کے دعواے نبوت کو لے کر کانا پھوسی ہونے لگی۔ مرزاصاحب چوں کہ یک لخت اپنی نبوت کا اعلان نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے معاملہ کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور "وحی نبوت" نہیں بلکہ "وحی ولایت" جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب ﷺ اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں، صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔"(۷)

مقام ولایت اور مجددیت پر فائز ہونے کے بعد مرزا صاحب نے یہاں سے اب دوسری اڑان بھرنے کے لیے مقام "محدثیت" کا شوشہ چھوڑا اور اپنے حلقے میں زور و شور سے مقام محدثیت کا تعارف شروع کر دیا، لکھتے ہیں :

"ہمارے سید و رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لیے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں"۔(۸)

اور ایک جگہ لکھتے ہیں :

"میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تاکہ دین مصطفی کی تجدید کروں"۔(۹)

مقام محدثیت کا دعویٰ کرنے کے بعد اس کی تشریح اور وضاحت جب مرزاصاحب کی طرف سے کی گئی تو پھر تھوڑا سا کھل کر انہوں نے اپنے نبی ہونے کی طرف اشارے دینا شروع کر دیے مگر کسی انجانے خوف یا حکمت عملی کے تحت "مستقل نبی" ہونے کے بجائے "ناقص نبی"، "مجازی نبی" اور "نبی بالقوہ" جیسے خود ساختہ منصب پر ہی اکتفا کرنے میں عافیت سمجھی۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں :

"لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول جھوٹ ہے ... ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزاے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوہ، بالفعل نہیں تو محدث بالقوہ نبی ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا تو وہ بھی نبی ہو جاتا"۔(۱۰)

"اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے ... اس کو اگر ایک "مجازی نبوت" قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔"(۱۱)

"محدث جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور "ناقص طور پر نبی بھی" ... محدث کا وجود انبیا اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے"۔(۱۲)

ایک زمانے تک مرزاصاحب "ناقص نبوت" کے منصب پر براجمان رہے اور جب اس منصب سے بھی وہ اکتا گئے تو خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا، لکھتے ہیں :

"مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط "مثیل مسیح" ہونے کا دعویٰ ہے۔ جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے اشد درجہ کی مناسبت رکھتی ہے"۔(۱۳)

یہاں پہنچ کر بھی مرزاصاحب نے کچھ احتیاط سے کام لیا مگر اس کے بعد جب ان سے رہا نہ گیا تو اب مرزاصاحب کھل کر میدان میں آگئے اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ:

"میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خداے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا"۔(۱۴)

اور مرزاصاحب کے خلفا نے اپنے نبی کی نبوت کی نوعیت کو مزید واضح کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھ دیا :

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنیٰ کرتی ہے اس کے معنیٰ سے حضرت صاحب مجازی نبی نہیں بلکہ "حقیقی نبی" ہیں"۔(۱۵)

مرزا صاحب کی کتاب کا مسئلہ: مرزاصاحب

کی نبوت کی تکمیل ہو جانے کے بعد اب مسئلہ "آسمانی کتاب" کا تھا اس لیے کہ بغیر کتاب کے نبوت کچھ ادھوری سی معلوم ہو رہی تھی لہٰذا بہت غور و خوض کے بعد اس مسئلہ کا حل بھی نکالا گیا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر بشارت صاحب کا یہ طویل ریمارک نقل کر دینا نہ صرف بر محل بلکہ بہت لطف انگیز بھی ہوگا، لکھتے ہیں :

"جناب میاں محمود احمد صاحب (خلیفہ قادیان) اور ان کے حاشیہ نشیں جب نبوت کی پٹری جما چکے تو اب کتاب کی فکر ہوئی کیوں کہ نبی اور کتاب آخر لازم و ملزوم چیزیں ہیں، گو عارضی طور پر طوطے کی طرح مریدوں کو یہ رٹا دیا گیا تھا کہ حضرت ہارون کو کتاب نہیں دی گئی اور فلاں نبی کو کتاب نہیں دی گئی لیکن اندر سے دل نہیں مانتا تھا کہ آخر وہ نبی ہی کیا جو کتاب نہیں لایا۔ اور مرید بھی اب تک بھٹکتے پھرتے تھے، وہ عاجز آکر کبھی "براہین احمدیہ" کو کتاب بنا دیتے تھے تو کبھی "خطبہ الہامیہ" کو اور کبھی "البشریٰ" کو۔

اس لیے اب کے سالانہ جلسہ پر جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے کتاب کی اہمیت کو جتاتے ہوئے خود قادیان میں حضرت مسیح موعود کے الہامات کو جمع کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی مریدوں کو اس کی تلاوت کے لیے بھی ارشاد فرمایا تاکہ ان کے قلوب طمانیت اور سکینت حاصل کر سکیں اس لیے جناب میاں محمود احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا۔"

مگر سوال یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کی وحی عین قرآن ہے تو پھر موجودہ قرآن کریم کا کیا کیا جائے؟ اس کا حل مرزائیوں نے جو نکالا ڈاکٹر شوکت صاحب کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"تو پھر اب جو قرآن محمودی حضرات پیش کریں ضرور ہے کہ وہ پرانے قرآن کا جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور نئے قرآن کا جو حضرت مسیح موعود پر یا دوسرے لفظوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانی میں نازل ہوا، دونوں کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ گویا عیسائیوں کی طرح عہد نامہ قدیم کے ساتھ عہد نامہ جدید بھی شامل ہوگا"۔[۱۶]

اب جب مرزا صاحب مکمل "کتابی نبی" ہو گئے تو اب ان کے ماننے والے اور ان کی زیارت سے مشرف ہونے والوں کو اگر "صحابی" کے لقب سے یاد نہ کیا جائے تو یہ بہت بڑی محرومی کی بات ہوتی، لہٰذا قادیانیوں کی طرف سے اعلان کر دیا گیا :

"پس ہر احمدی کو، جس نے احمدیت کی حالت میں حضور علیہ السلام (مرزا قادیانی) کو دیکھا یا حضور نے اسے دیکھا، صحابی کہا جائے"۔[۱۷]

مرزا کی نبوت کا دوسرا دور: کاروبار نبوت کے تمام اجزائے ترکیبی جٹا لینے کے بعد اب مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا نیا دور شروع ہوتا ہے جہاں وہ نبوت کی دوڑ میں سابقہ تمام انبیا سے آگے نکل کر مقام محمدی پر نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں اور یہاں کچھ دنوں ساتھ دینے کے بعد مقام محمدی سے بھی آگے گذر کر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سارے انبیا بنگاہ رشک انہیں دیکھتے رہ جاتے ہیں، یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں :

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی تھے آپ کا درجہ مقام کے لحاظ رسول کریم ﷺ کے شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا تھا، دیگر علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے ممکن ہے سب سے بڑے ہوں"۔(۱۸)

مقام محمدی پر فائز کرتے ہوئے خلیفہ قادیان میاں محمود لکھتے ہیں :

"پس میرا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس قدر رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلے کہ وہی ہو گئے"۔[۱۹]

اور مقام محمدی سے بھی آگے بڑھ جانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"آنحضرت ﷺ معلم ہیں اور مسیح موعود ایک شاگرد۔ شاگرد خواہ استاد کے علوم کا وارث پورے طور پر بھی ہو جائے یا بعض صورتوں میں بڑھ بھی جائے مگر استاد بہر حال استاد ہی رہتا ہے اور شاگرد شاگرد ہے"۔[۲۰]

اور پھر قادیان کی سر زمین کو مدینۃ الرسول کی طرح "ارض حرام" قرار دے دیا گیا، قادیان آنے کو "ظلی حج" کا درجہ مل گیا اور قادیان کی مسجدیں مسجد اقصیٰ قرار پائی یعنی نبی کریم ﷺ سے جڑے تمام خارجی اوصاف اور ان کے اعزازات مرزا غلام احمد قادیانی کے حصے میں آگئے اور پھر درمیان کے تمام فرق مٹاتے ہوئے یہ اعلان کر دیا گیا کہ خود پیغمبر اسلام کی بعثت ثانی غلام احمد کی شکل میں ہوئی ہے یعنی ایک شخصیت کے دو ظہور ایک چودہ سو سال پہلے مکہ میں اور دوسرا چودہ سو سال کے بعد قادیان میں، لکھتے ہیں :

"اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا ہی نہیں، نہ نیا نبی نہ پرانا، بلکہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی چادر دوسرے کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی آئے ہیں"۔[۲۱]

اب اس اردو بیان کا عربی رنگ بھی دیکھ لیں لکھتے ہیں :

" من فرق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفنی و ما رآنی"

جو مجھ میں اور آنحضرت ﷺ میں ذرا بھی فرق کرتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا"۔ (۲۲)

قادیانیت کا عروج اور پس پردہ حقائق: یہاں پہنچ کر بار بار ایک سوال ذہن میں دستک دیتا ہے کہ آخر "کچہری کا ایک ملازم" اپنے باطل نظریات پھیلانے میں اتنا کامیاب کیسے ہو گیا کہ تمام تر مخالفتوں کے باوجود اس کا حلقۂ اثر سمٹنے کے بجائے وسیع ہوتا چلا گیا اور بہت کم مدت میں اس نے اپنی ایک علاحدہ جماعت تیار کرلی، مراکز کھل گئے اور منظم انداز میں کام ہونے لگا؟؟۔ اس سلسلہ میں جب ہم تھوڑا گہرائی میں اترتے ہیں تو حقیقت حال یہ سامنے آتی ہے کہ اس پورے ڈرامے کا پلاٹ اسلام دشمن طاقتوں یعنی انگریزوں کا تیار کردہ تھا اور قادیانیت کی نشر و اشاعت میں مرزاصاحب کو انگریزوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور انہیں اسلام دشمن عناصر کے زیر سایہ یہ جماعت اپنے بال و پر پھیلانے میں کامیاب ہوئی۔ جس طرح ابن عبد الوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کا فروغ اسلام دشمن طاقتوں کی رہین منت تھی اسی طرح فتنۂ قادیانیت کے عروج کے پس پردہ انہیں طاقتوں کا کھیل رہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب پورا ملک بلا امتیاز مذہب و مسلک انگریزوں کے خلاف جدو جہد کر رہا تھا اور ان کے ظالمانہ چنگل سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائی جا رہی تھی اس وقت مرزاصاحب اور ان کے صحابہ و تابعین کی جماعت انگریزوں سے وفاداری کی قسمیں اٹھا رہی تھی اور دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر اعتبار سے انگریزوں کی حمایت میں سرگرم عمل تھی جبکہ دوسری طرف برٹش گورنمنٹ بھی اس جماعت پر عنایتوں کے دروازے کھولے ہوئی تھی۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ان اقتباسات اور تاریخی حقائق کو پیش کریں گے جن کے بین السطور سے فتنۂ قادیانیت کی پشت پر انگریزوں کی حمایت کا پنجہ صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

برٹش گورنمنٹ اور ایمان فروش مسلمان :

علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی کے ذریعہ سنہ ۱۸۵۷ء میں چلائی گئی تحریک آزادی اگرچہ کامیاب نہ ہوسکی مگر اس تحریک نے انگریزوں کو اس بات کا احساس اچھی طرح دلا دیا تھا کہ ملک کے مسلمانوں کے اندر آزادی کی للک پیدا ہوچکی ہے اور اگر ان کا اتحاد اسی طرح قائم رہا تو وہ دن دور نہیں جب انگریز سلطنت کو ہندوستان سے اپنے بوریا بستر سمیٹنا پڑے اور اس کی شوکت ہمیشہ کے لیے پیوند خاک ہو جائے لہٰذا انگریزوں کی مشہور پالسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" نے اپنا کام کرنا شروع کیا تاکہ آپس میں لڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کی توجہ آزادی کے تصور اور خیال سے ہٹ جائے اور ان کی حکومت کی میعاد مزید بڑھ جائے۔ مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو ختم کرنے اور انہیں الگ الگ ٹکڑوں میں بانٹنے کے لیے انگریزوں نے کچھ ایسے ضمیر فروش اور ایمان کے سوداگروں کی نشاندہی کی جن کے ذریعہ وہ ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو منتشر کرکے فکری سطح پر انہیں کئی حصوں میں بانٹ سکتے تھے۔ شاہ اسماعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کا شمار انہیں ایمان فروشوں کی صف میں سرفہرست ہوتا ہے۔ سر دست مرزا غلام احمد قادیانی کی انگریز نوازی اور برٹش سلطنت کے ساتھ ان کی والہانہ محبت نیز برٹش سرکار کی قادیانیوں پر عنایتوں اور نوازشات کا ذکر ہم کریں گے جن کی روشنی میں مطلوبہ نتائج خود بخود واضح اور روز روشن کی طرح آشکارا ہوجائیں گے۔

مرزاصاحب کا انگریز حکومت سے رشتہ :

مرزا غلام احمد قادیانی کا انگریزوں سے رشتہ کوئی حادثاتی طور پر وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ انگریزوں کی "خصیہ برداری" کا شرف مرزاصاحب کو خاندانی وراثت کے طور پر ملا تھا اور اس خاندانی وراثت کو وہ اپنے لیے سرمایہ افتخار بھی سمجھتے تھے۔ مرزاصاحب انگریزوں سے اپنے خاندانی تعلقات اور دیرینہ رشتوں کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایک ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اول درجہ پر سرکار دولت مدار انگریز کا خیر خواہ ہے ------ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب، میرا خاندان ابتدا سے سرکار انگریزی کے بدل و جان ہوا خواہ اور وفادار رہے"۔ (۲۳)

انگریزوں سے وفاداری کی وراثتی ترتیب بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :

" پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عند الضرورۃ خدمتیں بجالاتا رہا---- پھر جب میرا باپ وفات پاگیا تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا--- میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی "۔ (۲۴)

نہ صرف یہ کہ مرزا صاحب خود زندگی بھر انگریزوں کی غلامی اور ان کی کاسہ لیسی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے رہے بلکہ دیگر مسلمانوں کے لیے بھی انہوں نے انگریزوں سے وفاداری اور برٹش سلطنت کی اطاعت کو خدا اور رسول کی اطاعت کے مقابل لا کر اسے اسلام کا ایک لازمی حصہ قرار دے رکھا تھا اور انگریز سرکار سے مخالفت کو مرزا صاحب بدکاری اور ارتکاب حرام کے مترادف سمجھتے تھے ۔ مرزا صاحب کی گفتگو کا یہ تیور دیکھیں :

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے، سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کریں دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔۔۔۔۔ سواگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں ''۔ (۲۵)

تحریک مرزائیت پر انگریزوں کے احسانات :

مرزا صاحب کی تحریک کے پیچھے برٹش گورنمنٹ اپنا کام کر رہی تھی اور اسی کی پشت پناہی میں جماعت احمدیہ کو پروان چڑھنے کا بھر پور موقع ملا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جسے تسلیم نہ کرنا حقائق سے منھ چرانے کے مترادف ہے اس لیے کہ اس سلسلہ میں خود مرزا صاحب اس قدر صاف دل اور صاف گو ثابت ہوئے ہیں کہ ہمیں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے بہت زیادہ آبلہ پائی، ورق گردانی اور شواہد کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود مرزا صاحب کے چند بیانات اور ان کی خود اعترافیاں چیخ چیخ کر ہمارے دعوے کی صداقت کا اعلان کر رہی ہیں۔ ایک واضح نمونہ دیکھیں :

''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں ''۔ (۲۶)

ظاہر سی بات ہے کہ مرزا صاحب اپنی گمراہ کن تحریک چلانے کے لیے کسی بھی اسلامی ملک کا رخ نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ہر جگہ سے انہیں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور کوئی بھی عقل مند مسلمان انہیں بطور ایک نبی کے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو گا مگر برٹش سلطنت کی دریادلی اور ''اسلام نوازی'' کو نیاز مندانہ سلام کہ جس تحریک کو پورے عالم اسلام نے مسترد کر دیا انگریز سلطنت نے اپنی ''رواداری'' اور ''اسلام دوستی'' کا ثبوت دیتے ہوئے پورے شد و مد کے ساتھ اس تحریک کا ساتھ دیا اور بھرپور حمایت کی اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان کے باہر دیگر ممالک میں جہاں مرزائیت کے مبلغین اپنی تحریک کے فروغ کے لیے پہنچے ہیں برٹش گورنمنٹ نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے ہر جگہ قادیانیوں کی امداد اور ان ہر ممکن تعاون کیا۔ میاں محمود خلیفہ قادیان کا یہ اعترافی بیان ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

''گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور اپنے مقاصد کو پورا کرتے ہیں اور اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لیے جائیں تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے ''۔ (۲۷)

جب عام مسلمانوں نے گمراہ قادیانیوں سے اپنے ایمان و عقیدے کی حفاظت کی خاطر قطع تعلق کر لیا اور انہیں اپنے تمام تر مذہبی معاملات سے بے دخل کر دیا تو اس مصیبت کی گھڑی میں برٹش گورنمنٹ نے کس شدت کے ساتھ مرزائیوں کی حمایت کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

'' چند دنوں کا ہی ذکر ہے ہمارے مالابار کے احمدیوں کی حالت بہت تشویش ناک ہو گئی تھی، ان کے لڑکوں کا اسکولوں میں آنا بند کرا دیا گیا، ان کے مردے دفن کرنے سے روک دیے گئے چناں چہ ایک مردہ کئی دن تک پڑا رہا، مسجدوں سے روک دیا گیا، گورنمنٹ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر اپنے پاس سے زمین دی ہے کہ اس میں مسجد اور قبرستان بنا لو۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ حکم دیا کہ اگر اب احمدیوں کو کوئی تکلیف ہوئی تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں ان سب کو نئے قانون کے ماتحت ملک بدر کر دیا جائے گا''۔ (۲۸)

سوچنے والی بات: برٹش گورنمنٹ جس نے عیسائیت کے فروغ کے لیے یورپ سے پادریوں کو بلا کر ہندوستان میں تبلیغ کا ایک جال بچھا رکھا تھا اور جہاں انسانی خیر خواہی کے پردے میں عام لوگوں کو عیسائی بنانے کا کام زور و شور اور حکومتی سطح پر انجام دیا جا رہا تھا وہ گورنمنٹ آخر ''احمدی اسلام'' کے فروغ اور اس کی نصرت و حمایت میں اس قدر دل چسپی کیوں لے رہی تھی کہ ڈپٹی صاحب کو مٹھی بھر مرزائیوں کی تکلیف تو دکھائی دے رہی تھی مگر غیر منقسم ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات اور ان کے دل کو پہنچنے والی ٹھیس ان کی نظروں سے اوجھل تھی ؟اور وہ کون سا جذبۂ دروں تھا جس نے ڈپٹی صاحب کو اس قدر چراغ پا کر دیا

کہ انہوں نے مرزائیوں کے خلاف مسلمانوں کے تمام قائدین کو ملک بدر تک کرنے کی دھمکی دے ڈالی؟؟؟ یہ ساری باتیں جن حقائق کی طرف نشاندہی کر رہی ہیں اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

برٹش گورنمنٹ کی انہیں عنایتوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا غلام احمد زندگی بھر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرتے رہے اور یہ جان کر آپ کو حیرت ہوگی کہ مرزا صاحب نے بحیثیت پیر "شرائط بیعت" میں انگریزوں سے وفاداری کی شرط بھی شامل کر رکھی تھی اور مرید اس شرط کے ماننے کے بعد ہی مرزا صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو سکتا تھا، لکھتے ہیں :

" اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کے شرائط بیعت میں داخل ہے چناں چہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اس کی دفعہ چہارم میں انہیں باتوں کی تصریح موجود ہے"۔ (۲۹)

جس طرح مرزا صاحب اپنی جماعت پر انگریزوں کے احسانات کا پانی پی پی کر اعتراف کرتے رہے اسی طرح انگریز سلطنت بھی قادیانیوں کی کارگزاریوں سے خوش ہو کر اس جماعت سے رضامندی کی سندیں عطا کر رہی تھی۔ یہ بیان دیکھیں :

"خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ پنجاب کے خاص اعلان کے علاوہ اور کئی مقامات کے ذمہ دار افسروں نے بھی جماعت احمدیہ کے افراد کے اوپر نہایت مسرت کا اظہار کیا اور اپنی خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا کیے "۔ (۳۰)

مرزا صاحب کی انگریز نوازی: مرزا صاحب نے انگریز سلطنت کے احسانات کا جس کھلے دل سے اعتراف کیا ہے اس سے یہ بات تو بہت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرزا صاحب کے اندر اپنے آقا اور کرم نوازوں کے تئیں احسان شناسی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کے اظہار میں انہوں نے کسی قسم کی کوئی پرواہ کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ جب پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف شورش تھی ملک کا مسلمان علمائے اہل سنت کی قیادت میں انگریز سلطنت کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے متحد ہو رہے تھے اور جہاد کے فتوے صادر کر کے انگریزوں کے ناپاک وجود سے ملک کو صاف کرنے کی تدبیر کر رہے تھے اس وقت ساری ملت سے کٹ کر انگریزوں کے فکری بطن سے پیدا ہونے والی قادیانی جماعت سر جوڑ کر برٹش گورنمنٹ کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھی اور مسلمانوں کے اندر سے جہاد کا جوش سرد کر کے حکومت کے لیے ان کی ذہن سازی کر رہی تھی۔ اس سلسلہ میں صرف مرزا صاحب نے انفرادی طور پر جس جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اس کو سامنے رکھ کر جماعتی سطح پر انگریز نوازی کا اندازہ بہت اچھی طرح سے لگایا جا سکتا ہے، یہ بیان دیکھیں :

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے مخالفت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو " پچاس الماریاں" ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں ۔۔۔۔ اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں"۔ (۳۱)

مذکورہ اقتباسات کو سامنے رکھ کر کوئی بھی غیر جانب دار اور انصاف پسند شخص یہ اندازہ بہت آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے کہ قادیانی جماعت کو انگریزوں کی پشت پناہی اور زیر سایہ حمایت ہندوستان میں تمام تر مخالفتوں کے باوجود پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ برٹش گورنمنٹ قادیانیوں کی حمایت میں پوری دل چسپی دکھا رہی تھی اور " شکر منعم " کے طور پر مرزا صاحب بھی انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے میں لگے ہوئے تھے بلکہ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اور ان کے قلم کی اکثر روشنائی انگریزوں کی حمایت و نصرت میں کام آئی۔

نتیجه سامنے ھے: اب ہمیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایک طرف تو انگریزوں کی اسلام دشمنی جگ ظاہر ہے اور دوسری طرف وہی انگریز مسلمانوں میں پیدا ہونے والی جماعت کو اپنی "آغوش محبت" میں پروان بھی چڑھا رہے ہیں وجہ بالکل صاف ہے انگریز اس جماعت کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنے سیاسی عزائم کی تکمیل کر رہے تھے۔ مگر افسوس جس مقصد کے لیے انگریزوں نے مسلمانوں کے اتحاد اور مذہبی یگانگت کو ختم کرنے کے لیے یہ منصوبہ بندی اور لائحہ عمل تیار کیا تھا اس کے نتائج تو انگریزوں کے حق میں زیادہ بہتر نہیں نکلے اور آخر کار علمائے حق کی قربانیاں رنگ لائیں اور انگریزوں کی حکومت کا سورج ہندوستانی افق سے ہمیشہ کے غائب ہو گیا، ہاں نااتفاقیوں اور مسلکی منافرت کا جو بیج وہ بو کر گئے تھے وہ آج

بھی اسلامی معاشرے کے لیے ناسور بنا ہوا ہے۔

فتنۂ قادیانیت اور علمایے حق: اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں جب بھی کوئی فتنہ اپنی تمام تر تخریبی صلاحیتوں کے ساتھ اٹھا ہے علمائے حق اہل سنت و جماعت نے اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے ہر فتنے کا بھرپور مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت فرمائی۔ انیسویں صدی کے اخیر میں جب فتنۂ قادیانیت بگولے کی طرح نمودار ہوا اور جس نے ہزاروں مسلمانوں کو اپنی زد میں لے کر ان کے ایمان پر حملے کرنا شروع کیے تو علمائے حق اہل سنت پوری قوت کے ساتھ اس فتنے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تحریر و قلم، مناظرہ و مباحثہ، تقریر و خطابت اور زمینی محنت و مشقت ہر اعتبار سے اس فتنے کا رد بلیغ اور اس کا زبردست تعاقب کیا اور کروڑوں مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا۔ فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ کرنے والے علمائے کرام میں چند مشہور علما کے نام درج ذیل ہیں :

◎ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ◎ فاتح قادیان پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ◎ علامہ حامد رضا خان ◎ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری ◎ علامہ غلام دستگیر قصوری ◎ خواجہ قمر الدین سیالوی ◎ علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری ◎ مولانا عبد الماجد بدایونی ◎ علامہ شاہ احمد نورانی ◎ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری ◎ پیر کرم شاہ ازہری ◎ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی ◎ علامہ سید محمود احمد رضوی ◎ علامہ الٰہی بخش رضوی ◎ پروفیسر شاہ فرید الحق ◎ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی ◎ مولانا غلام علی اوکاڑی ◎ علامہ شاہ عارف اللہ قادری ◎ پیر محمود شاہ محدث ہزاروی

مذکورہ علمائے کرام اور ان کے ساتھ دیگر علمائے اہل سنت نے قادیان کے جھوٹے نبی کا تعاقب کرکے اس کا ناطقہ بند کردیا اور اخیر میں ایک اللہ کے ولی پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ کی پیشین گوئی کے مطابق مرزا قادیانی مرض ہیضہ میں مبتلا ہوکر عبرت ناک موت مرا اور واصل جہنم ہوا۔

فتنۂ قادیانیت کی نئی لہر ایک لمحۂ فکریہ

اگر ہم مرزائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کی بات کریں تو شاید بہت دن سے ہماری یہ سوچ بن چکی تھی کہ اب یہ جماعت اپنے مخصوص علاقوں تک محدود ہوکر رہ گئی ہے لہٰذا اس جماعت کے تعلق سے بہت زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں تھا بلکہ تحریک مرزائیت بہت خاموشی کے ساتھ اپنے مشن میں لگی ہوئی تھی اور کئی دہائی کی خاموشی کے بعد اب یہ فتنہ پھر نئی توانائی کے ساتھ سر ابھار رہا ہے اور ہماری بستیوں میں داخل ہونے اور بھولی بھالی عوام کے ایمان و عقیدے کا سودا کرنے کے لیے پر تول رہا ہے، اس وقت قادیانیت کا شیطانی نیٹ ورک تقریباً ایک سو چالیس ممالک میں پھیل چکا ہے، ابھی حال ہی میں ''الجزیرہ'' عربی نیوز چینل پر فرقۂ قادیانیت سے متعلق ایک پروگرام نشر کیا جارہا تھا جس میں ایک قادیانی خاتون کو بذریعہ فون رابطہ میں لیا گیا اور جب الجزیرہ کے اینکر نے اس سے سوال کیا کہ کیا آپ کی تبلیغی سرگرمیاں ابھی بھی جاری ہیں ؟ آپ کی دعوت کو لوگ قبول کررہے ہیں ؟ یا پھر یہ فرقہ مخصوص علاقوں تک محدود ہوکر رہ گیا ہے ؟؟ اس کے جواب میں قادیانی خاتون نے چونکا دینے والے آنکڑے پیش کیے اور بتایا کہ ہماری تحریک ایک سو تیس ممالک سے تجاوز کر چکی ہے، تقریباً پندرہ قادیانی چینل چل رہے ہیں، کئی میگزین اور ہر ملک میں ایک فعال قادیانی سینٹر قائم ہے اور یہ کہ احمدی جماعت کے ساتھ لوگ اچھی خاصی تعداد میں جڑ رہے ہیں ؟؟؟

قادیانیت کے مبلغین اپنی شناخت چھپاکر مسلمانوں کی بستیوں میں داخل ہوکر خاص طور سے نوجوان نسل کو ٹارگیٹ کررہے ہیں ابھی چند سال پہلے کی بات ہے کہ کچھوچھہ شریف کے گرد و نواح میں قادیانی مبلغین کی موجودگی کا سراغ لگا تھا جو گاؤں اور دیہات میں اپنی پہچان پوشیدہ رکھ کر رہ رہے تھے، کالج کے نوجوانوں کے لیے مفت کوچنگ سینٹرس چلائے جا رہے تھے جہاں مسلم نوجوانوں کی ذہن سازی کا کام بھی خفیہ طور پر انجام دیا جارہا تھا، اللہ سلامت رکھے خانقاہ صمدیہ پھپھوند شریف کو جہاں سے خبر ملتے ہی منظم تحریک چلائی گئی، قادیانیوں کی نشاندہی کی گئی اور حکمت عملی کے ساتھ انہیں گاؤں اور دیہات سے نکالا گیا، اس وقت نوجوانوں کی طرف سے زبردست مخالفت کا بھی سامنا ہوا مگر فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی انفاس الحسن صاحب قبلہ چشتی، شیخ الحدیث جامعہ صمدیہ، کی کوششوں سے نوجوانوں کا جوش و خروش سرد پڑا اور انہیں محبت کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا اور پھر عوامی سطح پر عقیدۂ ختم نبوت کے تعلق سے بیداری لانے کے لیے خانقاہ صمدیہ کی قیادت میں شہر اٹاوہ کے اسلامیہ انٹر کالج میں ایک عظیم الشان کانفرنس بنام ''تحفظ عقیدۂ ختم نبوت'' منعقد کی گئی جس میں حضرت علامہ مفتی انفاس الحسن قبلہ چشتی، حضرت علامہ عبید اللہ خان اعظمی، حضرت علامہ ادریس بستوی نے اپنے تاریخی اور علمی خطاب کے ذریعہ مسئلہ ختم نبوت کی تفہیم اور فتنۂ قادیانیت سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

خیر فی الحال نہ صرف فتنۂ قادیانیت بلکہ دیگر نئے فتنے ابھر کر سامنے آرہے ہیں جس میں خصوصیت کے ساتھ فتنۂ شکیلیت اور احمد

عیسٰی نامی ایک گمراہ شخص کا فتنہ نوجوانوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اور ان کے علاوہ کئی الہامی شخصیتیں بھی یوٹیوب پر سرگرم ہیں یعنی معاملہ ہمارے گمان سے زیادہ سنگین ہوتا جا رہے ہے جس کے لیے علمائے کرام کو پوری قوت کے ساتھ منظم انداز میں آگے آنا ہوگا اور عقیدۂ ختم نبوت کے سلسلہ میں ملک گیر عوام بیداری تحریک چلانی ہوگی۔

مگر ہمیں یہاں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ایک طرف تو حالات کی سنگینی یہ ہے کہ قدیم و جدید فتنے ہماری بستیوں میں آگ لگانے کے لیے جی توڑ کوشش کر رہے ہیں اور ہم ابھی بھی خانقاہ، سلسلہ، القابات اور نعروں کے نام پر ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھال کر بغلیں بجانے میں لگے ہوئے ہیں اور اپنوں ہی کی مخالفت میں اپنی ساری توانائیاں لگائے ہوئے ہیں۔ اللہ جانے وہ وقت کب آئے گا جب ہم آپس کے گلے شکوے مٹا کر ملت کے اجتماعی مسائل کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں گے اور جن سنگین مسائل سے امت دوچار ہے انہیں اپنی ترجیحات میں شامل کریں گے؟؟؟۔

حوالہ جات

۱۔ انوار خلافت، ص:۶۵
۲۔ بحوالہ سابق، ص:۶۲
۳۔ ملفوظات، ج:۱۰/، ص:۱۲۸
۴۔ اخبار "الفضل"، ج:۲۷/ نمبر:۲۱۸/، ص:۱۔۲
۵۔ روحانی خزائن، ج:۲۲/ ص:۷۔۶۳
۶۔ تبلیغ رسالت، ج:۲/ ص:۲۲
۷۔ بحوالہ سابق، ج:۶/ ص:۲۔۳
۸۔ روحانی خزائن، ج:۶/ ص:۳۲۳
۹۔ بحوالہ سابق، ج:۵/ ص:۳۸۳
۱۰۔ بحوالہ سابق، ج:۷/ ص ۳۰۰
۱۱۔ بحوالہ سابق، ج:۳/، ص:۳۲۰
۱۲۔ بحوالہ سابق، ج:۳/ ص:۴۰۷
۱۳۔ تبلیغ رسالت، ج:۲/ ص:۲۱
۱۴۔ روحانی خزائن، ج:۸/، ص:۲۱۰
۱۵۔ حقیقۃ النبوۃ، ص:۱۷۴
۱۶۔ اجزائے نبوت کا فتنہ عظیم، بحوالہ قادیانی مذہب ص:۳۲۰
۱۷۔ اخبار "الفضل"، ج:۲۴/ نمبر:۶۴
۱۸۔ بحوالہ سابق، ج:۱۴/ نمبر:۸۵
۱۹۔ ذکر الٰہی، ص:۱۹
۲۰۔ المہدی، نمبر:۲۔۳، ص:۴۹
۲۱۔ اخبار "الحکم" ۳۰/ نومبر ۱۹۰۱ء
۲۲۔ اخبار "الفضل" ۲۶/ جنوری ۱۹۲۶ء
۲۳۔ تبلیغ رسالت، ج:۷/ ص:۸/۹/۱۱
۲۴۔ روحانی خزائن، ج:۸/ ص:۳۹
۲۵۔ بحوالہ سابق، ج:۶/ ص:۳۸۱
۲۶۔ تبلیغ رسالت، ج:۶/ ص:۶۹
۲۷۔ برکات خلافت، ص:۶۵
۲۸۔ انوار خلافت، ص:۹۵
۲۹۔ روحانی خزائن، ج:۳/ ص:۱۰
۳۰۔ اخبار "الفضل" ۲۷/ مئی ۱۹۱۹ء
۳۱۔ روحانی خزائن، ج:۱۵/ ص:۱۵۶

نوٹ: یہ تمام تر حوالہ جات پروفیسر جناب الیاس برنی صاحب کی شہرۂ آفاق کتاب "قادیانی مذہب" سے لیے گئے ہیں!

قادیانیت کے بڑھتے اثرات

از: **ریحان المصطفیٰ نظامی**، متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

خالق کائنات کا کروڑہا کروڑ احسان ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور ہماری رشد و ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً اس خاکدان گیتی پر انبیائے کرام کو مبعوث فرماتا رہا اور بالآخر اس سلسلۃ الذہب کی آخری مبارک کڑی سرور کون و مکاں خاتم پیغمبراں ﷺ کو مبعوث فرما کر باب نبوت ابد الآباد تک کے لئے بند فرما دیا خود قرآن کریم اس پر ناطق ہے: " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ " محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے یتیم العقل افراد نے سر ابھارا جنھوں نے شہرت و ناموری کی خاطر جھوٹی نبوت کا دعوی کر دیا اور امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے کے درپے ہو گئے انہیں بد بختوں میں سے ایک نمایاں نام "مرزا غلام احمد قادیانی" ہے جس کا فتنہ آج تک کہ ان تمام کذابوں سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق رسول عربی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تقریبا ساڑھے چودہ سو سال پہلے ان الفاظ میں پیشین گوئی فرمائی تھی:

"انه سيكون فى امتى كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدى"

(مسند امام احمد، بیروت، ج:۵، ص:۲۷۸)

بے شک میری امت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے ان میں کا ہر ایک خود کو نبی کہے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

یہ کذاب اعظم (مرزا غلام احمد قادیانی) ۱۸۳۹/۴۰ء کو پیدا ہوا اور ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۵/ ربیع الاخر ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں ذلت و خواری کی موت مرا، اس کے عقائد اتنے گندے اور خطرناک ہیں کہ